ماڈیول کی تفصیلات اور اس کا خاکہ
Details of Module and its structure

ماڈیول کی تفصیلات **Module Detail**	
مضمون کا نام **Subject Name**	اردو **Urdu**
کورس کا نام **Course Name**	آن لائن تربیتی کورس برائے ثانوی سطح **Online Course for Urdu Teaching at Secondary Stage**
ماڈیول کا عنوان **Module Name/Title**	مرثیے اور مثنوی کی تدریس **Marsiya aur Masnavi ki Tadrees**
ماڈیول آئی ڈی **Module ID**	**TUSS_09**
کلیدی الفاظ **Keywords**	مرثیہ، چہرہ، سراپا، رخصت، آمد، رجز، رزم / جنگ، شہادت، بَن، شخصی مرثیہ، مثنی

ڈیولپمنٹ ٹیم
Development Team

کردار **Role**	نام **Name**	ادارہ **Affiliation**
کورس کوآرڈینیٹر **Course Coordinators**	پروفیسر محمد فاروق انصاری **Prof. Mohd. Faruq Ansari** پروفیسر دیوان حنان خان **Prof. Diwan Hannan Khan**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**
کورس ایڈمنسٹریٹر **Course Administrator**	ڈاکٹر عزیر احمد **Dr. Uzair Ahmad**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**

ماڈیول:9

مرثیے اور مثنوی کی تدریس

فہرست

1	تمہید
2	مقاصد
3	مرثیے کے اجزائے ترکیبی
3.1	چہرہ
3.2	سراپا
3.3	رخصت
3.4	آمد
3.5	رجز
3.6	رزم/ جنگ
3.7	شہادت
3.8	بَین
4	شخصی مرثیہ
5	مرثیہ کی تدریس
6	مثنوی
6.1	اردو مثنوی کا ارتقا

6.2 مثنوی کی تدریس

7 خلاصہ

1 تمہید

اردو کی مشہور و معروف اصناف میں مرثیہ اور مثنوی کا شمار ہوتا ہے یہ اردو کی کلاسیکی اصناف ہیں۔ان اصناف کا آغاز ابتدائی دور سے ہی ہوتا ہے۔ان اصناف نے اردو کے شعری سرمائے میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔اس میں شعری محاسن کے ساتھ ساتھ معاشرتی اقدار کو نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

2 مقاصد

اپنے مقاصد کے حصول کے لیے:۔

- اردو کی کلاسیکی اصناف کا تعارف کرایا جائے گا۔
- مرثیہ اور مثنوی کے اجزائے ترکیبی بیان کیے جائیں گے۔
- مرثیہ اور مثنوی کے ارتقا کی تاریخ پر گفتگو کی جائے گی۔
- اردو ادب میں ان کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

مرثیہ ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی کی موت پر اس کے اوصاف بیان کر کے رنج و غم کا اظہار کیا جائے۔اردو میں مرثیہ کا لفظ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسینؓ اور ان کے دیگر رفقا کی شہادت کے بیان سے مخصوص ہو گیا ہے۔دیگر لوگوں کی موت پر کہے جانے والے مرثیوں کو شخصی مرثیہ کہا جاتا ہے۔

اُردو شاعری کی دوسری اہم اصناف کی طرح مرثیے کی ابتدا بھی دکن سے ہوئی۔ دکن کے عادل شاہی اور قطب شاہی دور میں اردو مرثیہ نگاری نے ارتقائی منزلیں طے کیں۔ ابتدا میں مرثیے کے لیے کوئی مخصوص ہیئت مقرر نہیں تھی۔ مرزا محمد رفیع سوداؔ پہلے شاعر تھے جنھوں نے مرثیہ کو مسدس (چھ مصرعے کا ایک بند) کی شکل دی ۔ مرثیہ میں ایثار، قربانی اور شرافت وانسانیت جیسی اعلیٰ اقدار کی خاص اہمیت ہے۔

شمالی ہندوستان میں اُردو مرثیے کے پہلے شاعر اسمٰعیل آمروہوی ہیں جن کا مرثیہ 'وفاتِ بی بی فاطمہؓ' مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ بعد کے شعرا میں گداؔ، سکندرؔ، سعادتؔ، سوداؔ، میرؔ، مصحفیؔ اور قائمؔ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ مرثیے کا دوسرا اہم دور چھنولال دلگیرؔ، میر ضمیرؔ اور میر خلیقؔ سے شروع ہوتا ہے۔ دلگیرؔ پہلے مرثیہ نگار ہیں جنھوں نے مرثیوں میں مکالماتی فضا کا اضافہ کیا۔ میر ضمیرؔ اور میر خلیق تک پہنچتے پہنچتے مرثیے نے سانحہ کربلا کے حوالے سے بیانیہ نظم کی حیثیت اختیار کرلی جسے انیسؔ اور دبیرؔ نے درجۂ کمال تک پہنچادیا۔

اب اگر مرثیہ کے اجزائے ترکیبی پر بات کی جائے تو اس کے اجزا میں اولیت چہرے کو حاصل ہے۔

3 مرثیے کے اجزائے ترکیبی

3.1 چہرہ

مرثیہ کا ابتدائی حصہ چہرہ کہلاتا ہے۔ اس حصے میں شاعر مرثیے کی تمہید باندھتا ہے۔ یہ تمہید کبھی مناظرِ فطرت کے بیان پر مرکوز ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر انیسؔ کے مرثیے کا یہ بند ملاحظہ ہو جس میں صبح کے منظر کا نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے:

چلنا وہ بادِ صبح کے جھونکوں کا دم بہ دم	مرغانِ باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم
وہ آب وتابِ نہر، وہ موجوں کا پیچ وخم	سردی ہوا میں، پر نہ زیادہ بہت نہ کم
کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا تھا موتیوں سے دامنِ صحرا بھرا ہوا	

3.2 سراپا

چہرہ یا تمہید کے بعد مرثیہ نگار مرثیہ کے ہیرو کا خاکہ بیان کرتا ہے جسے سراپا کہا جاتا ہے۔ ممدوح کے خدوخال، قدو قامت اور شان وشوکت کو بھی سراپا میں شامل کیا جاتا ہے۔ یہ بند ملاحظہ فرمائیں:

اک طرف اکبرِ مہ روسا جوان نایاب	کچھ جو بچپن تھا، تو کچھ آمدِ ایام شباب
روشنی چہرے پہ ایسی کہ خجل ہو مہتاب	آنکھیں ایسی کہ رہا نرگسِ شہلا کو حجاب
جس نے اس گیسوؤں میں، رخ کی ضیا کو دیکھا شب معراج میں محبوب خدا کو دیکھا	
اے خوشا حسن رخ، یوسف کنعاں حسن	راحت روح حسین ابن علی جان حسن
جسم میں زور علی، طبع میں احسان حسن	ہمہ تن خلق حسن، حسن حسن شان حسن
تن پہ کرتے تھی نزاکت سے گرانی پوشاک کیا بھلی لگتی تھی بچپن میں شہانی پوشاک (میر انیس)	

3.3 رخصت

سراپا کے بعد رخصت، مرثیہ کا اہم جز مانا جاتا ہے۔ اس حصّے میں جنگ کے لیے اپنے اہلِ خانہ اور عزیزوں سے ہیرو کے رخصت ہونے کا منظر جذباتی انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ میر انیس کے مرثیے کے یہ دو بند ملاحظہ فرمائیں:

<table dir="rtl">
<tr><td>تا کہ بڑھے علم لیے عباس باوفا</td><td>دوڑے سب اہل بیت کھلے سر، برہنہ پا</td></tr>
<tr><td>حضرت نے ہاتھ اٹھا کے یہ ایک ایک سے کہا</td><td>لو الوداع اے حرم پاک مصطفے</td></tr>
<tr><td colspan="2">صبح شب فراق ہے، پیاروں کو دیکھ لو
سب مل کے ڈوبتے ہوئے تاروں کو دیکھ لو</td></tr>
<tr><td>شہ کے قدم پہ زینب زار و حزیں گری</td><td>بانو پچھاڑ کھا کے پسر کے قریں گری</td></tr>
<tr><td>کلثوم تھرتھرا کے بہ روئے زمیں گری</td><td>باقر کہیں گرا تو سکینہ کہیں گری</td></tr>
<tr><td colspan="2">اجڑا چمن، ہر اک گل تازہ نکل گیا
نکلا علم کہ گھر سے جنازہ نکل گیا
(میر انیس)</td></tr>
</table>

3.4 آمد

رخصت کے بعد آمد کا حصہ ہوتا ہے۔ اس حصے میں میدانِ جنگ میں ہیرو کی آمد کا بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں سے مرثیے میں مزید زور پیدا ہو جاتا ہے۔ مرزا دبیر کے مرثیے کے یہ بند دیکھیں:

<table dir="rtl">
<tr><td>کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے</td><td>رستم کا جگر زیر زمیں کانپ رہا ہے</td></tr>
<tr><td>ہر قصر سلاطین زمن کانپ رہا ہے</td><td>سب ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="2">شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو
جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو
(مرزا دبیر)</td></tr>
</table>

3.5 رجز

رخصت کے بعد مرثیے کا اہم حصے رجز مانا جاتا ہے۔ اس حصے میں ہیرو اپنی اور اپنے آبا و اجداد کے اوصاف و کمالات اور جرأت و بہادری کا اظہار کرتا ہے۔

احمد ہے چچا میرا، پدر حیدر صفدر	وہ کل کا پیمبر ہے، یہ کونین کا رہ بر
اور مادر زینب کی ہے لونڈی، مری مادر	بھائی مرا اک عون، دو عبداللہ و جعفر
اور شبر و شبیر ہیں سردار ہمارے ہم ان کے غلام، اور وہ مختار ہمارے	
قاسم کا عزادار ہوں، اکبر کا میں غم خوار	لشکر کا علم دار ہوں، سرور کا جلوہ دار
میں کرتا ہوں پردہ، تو حرم ہوتے ہیں اسوار	تھا شب کو نگہ بان، خیام شہ ابرار
اب تازہ یہ بخشش ہے خدائے ازلی کی سقا بھی بنا اس کا جو پوتی ہے علی کی (مرزا دبیر)	

میر انیس کے مرثیے کے یہ بند ملاحظہ فرمائیں:

بڑھ کر رجز یہ پڑھنے لگے قاسم جری	عالم میں کون ہے جو کرے ہم سے ہمسری
ہم حیدری ہیں ہم میں ہے زور غضنفری	ہم سے ہے اوجِ پایۂ اورنگ صفدری
شہرہ ہے حرب و ضرب شہ خاص و عام کا سکّہ ہے شش جہت میں ہمارے ہی نام کا (میر انیس)	

3.6 رزم/ جنگ

اس کے بعد مرثیے میں رزم یا جنگ کا بیان ملتا ہے۔ اس حصے میں حق و باطل کی جنگ کا منظر پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں مرثیہ نگار اپنے ممدوح کی شجاعت، جنگی داؤ پیچ، گھوڑے اور اسلحہ جات وغیرہ کا فخریہ بیان کرتا ہے۔ میر انیس نے جنگ کی منظر کشی اس انداز میں کی ہے:

کڑکیں وہ کمانیں وہ ہوا فوج کا کڑکا	تیغوں کی سفیدی تھی کہ تھا نور کا تڑکا
گہہ بجھ گیا خورشید کا شعلہ، کبھی بھڑکا	ہر دل کو ہلا دیتا تھا سر کٹنے کا دھڑکا
نعرے تھے کہ حیدر کے دلیروں سے دغا ہے گھوڑے بھی بھڑکتے تھے کہ شیروں سے دغا ہے	
دانتوں میں شجاعانِ عرب ڈاڑھیاں داب	وہ صورتیں خونخوار، وہ گھوڑے دور کا بے
وہ گردنیں وہ سر تھے کہ معکوس قرابے	وہ آگ کے پتلے تھے تو شبدیز شتابے
خوں آلِ محمدؐ کا بہایا تو انھیں نے سادات کے خیموں کو جلایا تو انھیں نے (میر انیس)	

3.7 شہادت

شہادت مرثیے کا یہ وہ حصہ ہے جس میں ہیرو دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ یہاں مرثیہ نگار شدید رنج و غم کا ایسا ماحول پیدا کرتا ہے کہ سوگواری کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

گرتے ہی خاک پر شہ دیں کو غش آ گیا	پھر بھی نہ کوئی پیاسے کو پانی پلا گیا
خنجر لگا گیا، کوئی برچھی لگا گیا	کھولی جو آنکھ شہ نے، ہر ایک تھرتھرا گیا
سر کاٹنے کو، پاؤں کسی کا نہ بڑھ سکا جز رنگ زرد اور کوئی منہ پر نہ چڑھ سکا	

پر آہ آہ، شمر نے بڑھ کر غضب کیا	سینے پہ موزہ، حلق پہ خنجر کو رکھ دیا
چلاتے آئے قبر سے محبوبِ کبریا	بانہیں گلے میں ڈال دیں خنجر پکڑ لیا
زہرا پکاری، یہ دلِ حیدر کا چین ہے میرا حسین ہے، ارے میرا حسین ہے (مرزا دبیرؔ)	

3.8 بَین

شہادت کے بعد جب میت اہلِ خانہ اور عزیزوں کے درمیان آتی ہے تو وہ گریہ وزاری کرتے ہیں۔ اسی آہ وبکا کو بَین کہتے ہیں۔ میر انیس کے مرثیے کا یہ بند ملاحظہ فرمائیں:

اکبر نے عرض کی کہ چچا جان مر گئے	جھک کر پکارے شاہ کے بھیا کدھر گئے
منہ تو اٹھاؤ خاک سے رخسار بھر گئے	واحسرتا حسین کو بے آس کر گئے
اب کون دے گا دکھ میں نبی کے پسر کا ساتھ دم بھر میں تم نے چھوڑ دیا عمر بھر کا ساتھ	

بعد کے مرثیوں میں انقلاب کے شرارے، اخلاق کا درس، جرأت و حوصلہ اور علم و فلسفہ کا اضافہ ہوا۔ جدید مرثیہ نگاروں میں جوش ملیح آبادی، جمیل مظہری، آل رضا رضاؔ، نجم آفندی، نسیم امروہوی، امید فاضلی، وحید اختر اور مہدی نظمی کے نام اہم ہیں۔

4 شخصی مرثیہ

'شخصی مرثیہ' ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں دوستوں، عزیزوں، قومی رہنما ؤں اور بڑے ادیبوں کی موت پر اظہارِ غم کیا جائے۔ اردو کے بہترین شخصی مرثیوں میں غالبؔ کا 'مرثیۂ عارف'، حالیؔ کا 'مرثیۂ غالبؔ'، اقبالؔ کا 'مرثیۂ داغؔ' اور

چکبست کے مراثی قابل ذکر ہیں۔اسی طرح محمد علی جوہر نے سر سید احمد خاں کی رحلت پر، سرور جہاں آبادی نے داغؔ کی وفات پر، جوش ملیح آبادی اور صفی لکھنوی نے مہاتما گاندھی کی وفات پر جو مرثیے لکھے ہیں وہ بھی اسی سلسلے کی مثالیں ہیں۔یہ شخصی مرثیے غزل، مثنوی اور نظم کی مختلف ہیئتوں میں لکھے گئے ہیں۔

علامہ اقبال نے داغؔ پر جو مرثیہ لکھا تھا اس کا ایک بند ملاحظہ فرمائیں:

اشک کے دانے زمینِ شعر میں بوتا ہوں میں	تو بھی رو، اے خاکِ دلّی! داغؔ کو روتا ہوں میں
اے جہاں آباد! اے سرمایۂ بزمِ سخن!	ہو گیا پھر آج پامالِ خزاں تیرا چمن
وہ گلِ رنگین ترا رخصت مثالِ بو ہوا آہ! خالی داغؔ سے کاشانۂ اردو ہوا	

5 مرثیہ کی تدریس

استاد طلبا کو بتائیں کہ مرثیہ اردو شاعری کی ایک ایسی قسم ہے، جس میں کسی مرنے والے کی خوبیاں بیان کر کے اس کی موت پر رنج و غم کا اظہار کیا جاتا ہے۔مرثیہ لفظ "رثا" سے بنا ہے۔اس کے معنی ہیں رونا، ماتم کرنا۔البتہ اردو میں مرثیے کا ایک خاص مفہوم متعین ہو گیا ہے یعنی مرثیہ صرف اس نظم کو کہا جاتا ہے جس میں حضرت امام حسینؓ اور دیگر شہدائے کربلا کی شہادت کا ذکر کیا جائے ۔

ہیئت کے ضمن میں گفتگو کو مزید وسعت دیتے ہوئے استاد طلبا کو بتائیں کہ ابتدا میں مرثیے کے لے رکوئی خاص شکل مقرر نہیں تھی۔چنانچہ شروع میں مرثیے م غزل کی ہیئت میں بھی لکھے گئے اور تین مصرعوں، چار مصرعوں، پانچ مصرعوں اور چھے مصرعوں کے بندوں کی شکل میں بھی نظم کے م گئے۔یہ بھی بتائیں کہ سودا پہلے شاعر ہیں جنھوں نے مرثیے ص کے لے چ مسدّس کی ہیئت استعمال کی۔میر خلیق اور میر ضمیر کے زمانے میں مسدّس میں لکھے مرثیے کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی اور پھر مرثیے کے لیے صرف یہی ہیئت مخصوص ہو گئی۔

ہیئت کے بعد اساتذہ مرثیہ کے اجزائے ترکیبی کے بارے میں طلبا کو بتائیں، اجزائے ترکیبی کسی نظم کے ان حصوں کو کہتے ہیں جن کے تحت شاعر اپنی نظم کا تانا بانا بنتا ہے۔ مرثیہ میں چونکہ واقعات کا بیان ہوتا ہے اس لے اس کے اجزائے ترکیبی خاصے تفصیل سے بیان کے ح گئے ہیں۔ استاد طالب علموں کو مرثے کے تمام اجزائے ترکیبی تفصیل سے بتائیں۔

6 مثنوی

مثنوی اردو کی ایک معروف صنف ادب ہے۔ مثنوی مسلسل اشعار کے اس مجموعے کو کہتے ہیں جس میں ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ یہ عام طور پر چھوٹی بحر میں لکھی جاتی ہے۔ مثنوی میں اشعار کی تعداد بھی مقرر نہیں ہے۔ اردو میں طویل اور مختصر دونوں طرح کی مثنویاں لکھی گئی ہیں۔

موضوعات کے اعتبار سے مثنوی کا دامن بہت وسیع ہے۔ اس میں داستان کی طرح مافوق الفطرت قصّے، عشق و محبت کی کہانیاں، جنگ اور مہم جوئی کے واقعات، کسی معاشرے کے حالات اور نصیحت کے مضامین بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ مثنوی کے اجزائے ترکیبی مقرر نہیں ہیں۔ طویل اور عموماً قدیم مثنویوں میں عام طور پر آٹھ اجزا ملتے ہیں۔

1۔ حمد و مناجات

2۔ نعت

3۔ منقبت

4۔ حاکمِ وقت کی مدح

5۔ اپنی شاعری کی تعریف

6۔ مثنوی لکھنے کا سبب

7۔ قصّہ یا واقعہ

8۔ خاتمہ

یہ ضروری نہیں کہ ہر مثنوی میں یہ تمام اجزا موجود ہوں اور اسی ترتیب سے ہوں۔ انیسویں صدی کے آخر سے ان اجزا کی پابندی نہیں ملتی ہے۔

اردو کی قدیم مثنویوں میں زیادہ تر عشقیہ قصّے اور مذہبی و اخلاقی مضامین نظم کیے گئے ہیں۔ ان میں نثری داستانوں کی بیش تر خصوصیات یعنی قصّہ در قصّہ، مثالی کردار اور مافوق الفطرت عناصر موجود ہیں۔ مثنویوں میں عام طور پر اپنے زمانے کی تہذیب و معاشرت کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

6.1 اردو مثنوی کا ارتقا

جب دکن میں اردو شعر گوئی کا آغاز ہوا، اسی زمانے میں مثنویاں لکھنے کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ دکن میں جو مثنویاں لکھی گئیں ان میں نظامی کی مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ'، سید شاہ اشرف بیابانی کی مثنوی 'نوسرہار'، نصرتی کی 'علی نامہ'، ملّا وجہی کی مثنوی 'قطب مشتری' اور ابنِ نشاطی کی 'پھول بن' اہم ہیں۔ سراج اورنگ آبادی کی طویل مثنوی 'بوستانِ خیال' دکن کی نمائندہ مثنویوں میں سے ایک ہے۔ شمالی ہند میں مرزا محمد رفیع سودا اور میر تقی میر نے مثنوی گوئی کی روایت کو مستحکم کیا۔ میر کی مثنویاں، 'شعلۂ عشق' اور 'دریائے عشق'، میر اثر دہلوی کی مثنوی 'خواب و خیال' اس دور کی اہم مثنویاں ہیں۔

اردو کی سب سے اہم مثنوی 'سحر البیان' ہے۔ یہ مثنوی میر حسن کی ہے۔ اس مثنوی میں میر حسن نے شہزادہ بے نظیر اور شہزادی بدرِ منیر کی داستانِ عشق نظم کی ہے۔ کردار نگاری، منظر نگاری اور جذبات نگاری کے اعتبار سے یہ مثنوی بے مثال سمجھی جاتی ہے۔ اس میں اپنے عہد کی تہذیب، معاشرت، رہن سہن، آداب و اطوار اور رسم و رواج کا تفصیلی بیان ملتا ہے۔ 'سحر البیان' زبان و بیان کے اعتبار سے بھی اہم ہے۔ محاورے کی لطافت اور طرزِ ادا نے اس مثنوی کے لطف و اثر کو دوبالا کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر چند اشعار دیکھیں:

کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی
کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی
کوئی بلبلاتی سی پھرنے لگی
کوئی ضعف ہو ہو کے گرنے لگی

کوئی سر پہ رکھ ہاتھ، دل گیر ہو

گئی بیٹھ، ماتم کی تصویر ہو

رہی کوئی انگلی کو دانتوں میں داب

کسی نے کہا، گھر ہوا یہ خراب

کسی نے دیے کھول سنبل سے بال

تپانچوں سے جوں گل کیے سرخ گال

پنڈت دیا شنکر نسیم کی مثنوی 'گلزارِ نسیم' بھی ایک بلند پایہ مثنوی ہے۔ اس میں مختلف داستانوں سے ماخوذ ایک مشہور قصّہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کی اہم خوبی اس کا اسلوب اور اندازِ بیان ہے۔ گلزارِ نسیم میں رعایت لفظی، تشبیہ، استعارے اور دوسری صنعتوں کو کثرت کے ساتھ برتا گیا ہے۔ اس کی زبان لکھنؤ کے مزاج کے مطابق پُر تکلّف ہے۔ اختصار اور ایجاز اس کی خاص خوبی ہے۔

نواب مرزا شوقؔ نے بھی مثنوی گوئی کی روایت کو فروغ دیا۔ انھوں نے کئی مثنویاں لکھیں جن میں 'بہارِ عشق' اور 'زہرِ عشق' کو اہمیت حاصل ہے۔ ایسا پہلی بار دیکھنے کو ملا ہے کہ نواب مرزا شوق کی مثنویوں کے تمام کردار زمین پر بسنے والے انسان ہیں اور ان میں کوئی فوق الفطرت واقعہ بیان نہیں کیا گیا ہے۔ 'زہر عشق' کا قصہ سادہ اور پُر اثر ہے۔ اس مثنوی کی اہم خوبی اس کی جذبات نگاری ہے۔ شوق کی زبان سادہ اور پر لطف ہے۔ محاوروں اور روز مرّہ کے استعمال میں بھی بڑی خوبی کے ساتھ برتی گئی ہے۔

انیسویں صدی کے نصف آخر میں انگریزی تعلیم کے اثر سے اردو ادب میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کے زیر اثر اردو مثنوی نے بھی ارتقا کے نئے مراحل طے کیے۔ اس عہد میں مثنوی میں اسلوب اور موضوع کے اعتبار سے نمایاں تبدیلی رونما ہوئی۔ زندگی کے گوناگوں پہلوؤں کو مثنوی کی ہیئت میں سیدھے سادے اسلوب میں بیان کیا جانے لگا۔ جیسے حالیؔ کی مثنویاں 'برکھا رت'، 'شکوۂ ہند'، 'چُپ کی داد' اور 'مناجاتِ بیوہ' وغیرہ۔

6.2 مثنوی کی تدریس

استاد طلبا کو بتائیں کہ مثنوی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں 'دو دو کیا گیا'۔ لغوی معنی کے بعد استاد اصطلاحی معنی بتائیں کہ مسلسل اشعار کے اس مجموعے کو مثنوی کہتے ہیں، جس میں ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ البتہ ہر شعر کا قافیہ الگ ہوتا ہے۔ استاد مثنوی کی ہیئت میں چند اشعار کسی چارٹ یا تختۂ سیاہ پر لکھ کر دکھا سکتے ہیں اور طلبا کو مثنوی کی ہیئت کی جانب متوجہ کر سکتے ہیں۔ مثنوی میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ اردو میں طویل مثنویاں بھی لکھی گئی ہیں اور مختصر بھی۔ استاد طلبا کو بتائیں کہ میر حسن کی مثنوی 'سحر البیان' طویل مثنوی ہے اس میں تقریباً بائیس سو اشعار ہیں۔ اسی طرح دیا شنکر نسیم کی مشہور مثنوی 'گلزارِ نسیم' بھی طویل مثنوی ہے۔ نواب مرزا شوق کی 'زہرِ عشق' طویل ہے نہ مختصر۔ حالی کی 'مناجاتِ بیوہ' مختصر مثنوی ہے۔ یہاں استاد ''مثنوی سحر البیان'' کا نسخہ طلبا کو دکھا سکتے ہیں، جن سے کہ طلبا میں ان کتابوں یا مثنویوں کے مطالعے کا شوق پیدا ہو۔ استاد طلبا کو بتائیں کہ مثنوی عام طور پر چھوٹی بحر میں کہی جاتی ہے۔

مثنوی کی ہیئت سے متعلق گفتگو کے بعد استاد مثنوی کے موضوع کی طرف رجوع کریں اور طلبا کو بتائیں کہ موضوعات کے اعتبار سے مثنوی کا دامن بہت وسیع ہے۔ اس میں محبت کی کہانیاں، جنگ اور مہم جوئی کے واقعات، داستان، کسی معاشرے کے احوال اور ناصحانہ مضامین بھی بیان کئے گئے ہیں۔

اساتذہ مثنوی کے اجزائے ترکیبی کی تفصیلات طلبا کو بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ ضروری نہیں کہ مثنوی میں یہ تمام اجزا موجود ہوں اور اسی ترتیب سے ہوں۔ یہ بھی بتائیں کہ مثنوی کا اصل موضوع اس کا ساتواں جُز قصہ یا واقعہ ہوتا ہے۔ 19ویں صدی کے آخر سے شعرا نے ان اجزا کی پابندی نہیں کی۔

اردو کی قدیم مثنویوں میں زیادہ تر عشقیہ قصے اور مذہبی اور اخلاقی مضامین نظم کے گئے ہیں اور ان میں نثری داستانوں کی زیادہ تر خصوصیات موجود ہیں۔ یعنی قصّے کے اندر ایک اور قصہ، مثالی کردار اور فوق الفطرت عناصر۔ اساتذہ یہ بھی بتائیں کہ مثنویوں میں عام طور پر اپنے زمانے کی تہذیب و معاشرت کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔

اعادۂ سبق کے طور پر استاد طلبا سے مثنوی کی تعریف،اس کی ہیئت، موضوعات، مشہور مثنوی گو شعرا کے نام اور ان کی معروف مثنویوں کے عنوان دریافت کر سکتے ہیں۔ نیز مثنوی کے اجزا کے بارے میں بھی سوالات پوچھ سکتے ہیں۔

7 خلاصہ

کلاسیکی اردو کے یہ دو اہم اصناف ہیں اگرچہ آج ان کا رواج کم ہو گیا ہے لیکن ادبی تاریخ کے نقطۂ نظر سے ان کی اہمیت مسلم ہے اسی لیے اردو شاعری کو پڑھنے پڑھانے میں ان اصناف کو شامل نصاب کرنا ضروری ہے۔

Disclaimer	آن لائن کورس کے درسی مواد کی ترتیب و تدوین کے لیے این سی ای آر ٹی کی درسی و معاون درسی کتابوں اردو زبان و ادب کی تاریخ، اردو قواعد و انشا، اردو کی ادبی اصناف، رہنما کتاب، اردو تدریسیات، اردو زبان کی تدریس وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔